رازدان

بقلم
ژیلہ ظفر

رازدان

سن ۱۹۲۹

ڈاکٹر ٹھاکر داس کے ہاتھوں میں اس وقت اخبار کا وہ تراشہ موجود تھا، جس میں تمام مسلم و غیر مسلم، خاص و عام کو ۲۰ ذلحج کو عراق کے بادشاہ شاہ فیصل دوم کی جانب سے عراق آنے کی دعوت دی گئی تھی۔ اور اس ضمن میں پورے مہینے کے لیے عراق کو ویزا فری (visa free) کر دیا گیا تھا۔

’’آخر ایسا بھی کیا ہو رہا ہے عراق میں؟" ڈاکٹر ٹھاکر داس نے حیرت سے سوال کیا۔

"قبر کشائی" اُسکے اسسٹنٹ نے جواب دیا

’’کس کی؟" ٹھاکر داس نے حیرت سے سوال کیا

’’مسلمانوں کے نبی محمد ﷺ کے کسی دو ساتھیوں کی قبریں ہیں۔ سنا ہے وہ قبریں قریب ۱۳۰۰ سال پرانی ہیں۔ سمندر کے کنارے ہونے کی وجہ سے وہ اُن قبروں کو کہیں اور منتقل

کر رہے ہیں۔اور مسلمان دنیا بھر سے جوق در جوق اُنہیں دیکھنے آرہے ہیں"

''حد ہے ویسے، قبروں میں ہونا ہی کیا ہے سوائے چند گلی سڑی ہڈیوں کے۔اُسے دیکھنے کے لیے آرہے ہیں؟"ڈاکٹر ٹھاکر نے مذاق اڑایا

''انکو لگتا ہے کہ وہاں کوئی نہ کوئی معجزہ ضرور ہو گا"

''یہ مسلمان بھی نہ۔۔۔فضول باتوں پر وقت برباد کرتے ہیں۔بھلا ۱۳۰۰ سال پرانی قبروں میں کیا ملنا ہے۔۔۔"

''صرف یہی بات نہیں ہے، بلکہ ایک اور بات بھی ہے"اسسٹنٹ نے ڈرامائی انداز میں کہا

''وہ کیا؟" جواب میں اسسٹنٹ نے اُسے وہ حیران کن بات بتائی جسے سن کر اُسکے چہرے کے تاثرات بدلتے جارہے تھے۔

''اوہ۔۔۔تو یہ بات ہے۔ایک کام کرو میری بھی اُنہیں تاریخوں کی عراق کی ٹکٹ بک کرواؤ۔اوراس تاریخ کی تمام اپائنٹمنٹ اور سرجری کینسل کروادو"ڈاکٹر ٹھاکر داس نے جوش سے کہا

''پر آپ وہاں جاکر کیا کرینگے۔۱۳۰۰ سال پرانی قبروں سے خاک بھی نہیں نکلنی۔وہ کس کے جسم کو منتقل کرینگے آخری؟"

''یہی تو، جب اُنہیں قبروں سے کچھ نہیں ملے گاتب میں وہاں موجود مسلمانوں کو بتاؤنگا کہ تم

لوگ کتنے بیوقوف ہو اور ایک جھوٹے مذہب پر بھروسہ کرتے ہو" اُس نے شیطانیت سے کہا اور ہنس دیا۔

---------+----------+--------

سن ۱۹۲۹ سے ٹھیک ۱۳۰۰ سال قبل

صحرا کی تپتی ریت میں دو اشخاص اونٹ پر سوار آگے ہی آگے چلے جا رہے تھے۔

"بس بابا! مدینہ طیبہ زیادہ دور نہیں ہے۔ ہم پہنچنے ہی والے ہیں" نوجوان نے اپنے ساتھ چلتے باپ کو تسلی دی۔ ابھی کچھ دور ہی چلے تھے کہ اچانک ہی ہتھیاروں سے لیس کچھ لوگوں نے دونوں باپ بیٹوں کو گھیر لیا۔

"کون ہو تم لوگ؟" نوجوان نے گھوڑے کو ایڑھ لگاتے ہوئے پوچھا۔

"میں عمرو بن ہشام ہوں" اُن مسلح افراد میں سے ایک نے بولا۔

"اوہ۔۔۔ تو یہ ابو جہل اور اُس کا ٹولہ ہے" نوجوان نے دل میں کہا

"ان پر ظاہر نہ کیجئے گا کہ ہم مسلمان ہیں" نوجوان نے آہستگی سے اپنے والد کے کان میں کہا۔ اتنی دیر میں ابّو جہل اُن دونوں کے قریب آگیا

"کون ہو تم دونوں؟"

’’ہم قبیلہ بنو اشہل میں یمنیوں کے حلیف (دوست) ہیں۔ میرا نام حذیفہ ابنِ یمان ہے اور یہ میرے والد حسل ہیں اور انکا لقب یمان ہے۔" حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا

’’ہمم۔۔۔ مدینے کس لیے جا رہے ہو؟" ابّو جہل نے مزید قریب آتے ہوئے پوچھا

’’بتایا تو ہے کہ مدینے میں ہمارے حلیف رہتے ہیں۔ انہی سے ملنے کا قصد ہے۔" حضرت یمانؓ نے جواب دیا۔

’’گرفتار کر لو ان دونوں کو، یہ مدینے میں محمد ﷺ کی مدد کے لیے جا رہے ہیں" ابّو جہل نے اپنے سپاہیوں سے کہا تو وہ حضرت حذیفہؓ اور انکے والد کو گرفتار کرنے آگے بڑھیں

’’کیا بکواس کر رہے ہو؟ ہم کیوں اور کس لیے محمد ﷺ کی مدد کرینگے؟" حذیفہؓ نے سختی سے کہا

’’کیونکہ ہم اُن تمام بے دین لوگوں پر حملے کرنے جا رہے ہیں جو محمد ﷺ کے پیروکار بن گئے ہیں اور مدینہ میں جا چھپے ہیں" ابّو جہل نے کہا

’’پھر تو تم فکر ہی نہ کرو؟ ہم اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں اور نہ ہی ہمارا محمد ﷺ سے کوئی تعلق ہے۔" حضرت حذیفہؓ نے کچھ اس انداز میں کہا کہ ابّو جہل کو اُنکی باتوں پر سچ کا گمان ہوا۔ لہٰذا اس طرح گویا ہوا

''ٹھیک ہے نوجوان۔۔۔ میں تمہیں اور تمہارے والد کو اُس شرط پر رہا کرونگا کہ تم مدینے جا کر محمد ﷺ کی نہ مدد کروگے نہ انکے ساتھ ہمارے خلاف جنگ میں شامل ہو گے"

''جب میرا اُن سے کوئی تعلق ہی نہیں تو میں بھلا کیوں کر اُنکی مدد کرنے لگا۔۔۔"حضرت حذیفہؓ سے چند ایک باتیں کرنے کے بعد بالآخر وہ راضی ہو گیا اور اُن دونوں کو مدینے جانے کی اجازت دے دی۔ مدینے پہنچتے ہی حضرت حذیفہؓ نے جو پہلا کام کیا وہ یہ کہ وہ خدمت رسول ﷺ میں حاضر ہوئے اور ابّو جہل سے ہونے والی تمام گفتگو انکے گوش گزار کر دی۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اطلاع ملتے ہی صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور مقام بدر پر پڑاوُ ڈالا۔ یاد رہے کہ یہ مسلمانوں کی مشرکین یا کفار کے خلاف پہلی جنگ تھی۔ مسلمان نہ صرف تعداد میں کم تھے بلکہ اسلحہ اور سواریاں بھی بہت کم تھی۔ اُسکے باوجود بھی ابّو جہل، اُمیہ بن خلف اور عاص بن وائل سہمی جیسے بڑے بڑے ستّر سردار مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے اور ستّر کو مسلمانوں نے قیدی بنا لیا۔

حضرت حذیفہ ابنِ یمانؓ اور اُنکے والد کے کو حضور ﷺ نے اس جنگ میں شریک ہونے سے منع کیا کیونکہ وہ ابو جہل کے سامنے قسم اٹھا چکے تھے کہ وہ دونوں حضور ﷺ کے ساتھ

جنگ میں شریک ہونے نہیں جارہے۔اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ

’’ہم ہر حال میں وعدے کی پابندی کرینگے۔ ہمارے لیے اللہ کی مدد کافی ہے"

حضرت حذیفہؓ بہت ہی ٹھہرے ہوئے مزاج کے حامل تھے۔آپکو نہایت سخت حالات میں بھی اپنے اعصاب پر بھرپور قابو حاصل تھا۔ نوجوان اور گرم خون ہونے کے باوجود بھی آپ بہت سلجھے ہوئے مزاج کے انسان تھے۔ آپکی شخصیت میں ہمیں کہیں بھی جذباتی پن نظر نہیں آتا۔

---------+---------+--

میدان اُحد میں ایک افراد تفری کا عالم برپا تھا۔ تیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی جسکی وجہ سے اچانک ہی مشرکین نے پلٹ کر حملے کر دیا تھا۔اس اچانک حملے سے مسلمان یہاں تک کہ بڑے بڑے جیّد صحابہ کرام بھی گھبرا اٹھے تھے۔رہی سہی کسر آقاد وجہاں ﷺ کی شہادت کی جھوٹی خبر نے پوری کر دی تھی۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ جاتے کہ اچانک ہی حضور پاک ﷺ کی آواز صحابہ کرام کے کانوں میں پڑی

’’مسلمانوں میں اللہ کا نبی ہوں۔۔۔میری طرف آؤ"اس آواز کو جس جس نے سنا وہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب ڈورا۔۔۔۔ مسلمانوں نے پھر سے مشرکین کا مقابلہ کرنا شروع کیا۔

حضرت حذیفہ بھی اس آواز کو سن کر آگے بڑھے ہی تھے کہ اچانک ہی اُنکی نظریں تین جنگجوؤں پر پڑی۔ اُن میں سے ایک جنگجو باقی دو کے مخالف لڑ رہا تھا۔ باقی دونوں جنگجو تو مسلمان تھے ہی لیکن اُنہیں حیرت کا شدید جھٹکا اُس وقت لگا جب اُنہوں نے اُس اکیلے لڑنے والے جنگجو کو دیکھا

"بابا؟....." اُنہوں نے حیرت سے کہا۔

"یااللہ۔۔۔۔ یہ ایک دوسرے کو مشرک سمجھ رہے ہیں۔ مجھے انہیں روکنا ہوگا" حضرت حذیفہؓ نے کہا اور جلدی

سے گھوڑا آگے بڑھایا۔ دراصل مشرکین اور مسلمان دونوں ہی اہل عرب میں سے تھے اور بعض تو ایسے بھی تھے جنکے اپنے ہی بیٹے، چاچا یا باپ انکے مخالف جنگ کر رہے تھے یہ درحقیقت ایک بڑا امتحان تھا۔ جن صحابہ نے حضرت حذیفہ کے والد کو پکڑا وہ اُنہیں مشرکین مکہ کے گروہ سے سمجھے تھے۔ اسی طرح حضرت یمانؓ بھی اُن دونوں کو مشرک ہی سمجھ رہے تھے۔۔۔ اور اس غلط فہمی میں آپس میں ہی دست و گریباں ہو گئے۔ حضرت حذیفہ اُن تک پہنچنا چاہتے تھے تا کہ کسی بڑے نقصان سے اُنہیں بچایا جا سکے لیکن میدان اُحد میں افراتفری

کا وہ عالم بر پا تھا کہ بار بار کوئی نہ کوئی مشرک اُن کے سامنے آ جاتا۔

''مسلمانوں رک جاؤ۔۔۔ یہ میرے والد ہیں۔۔۔ یہ مسلمان ہیں'' وہ دور سے ہی با آواز بلند چیخ رہے تھے لیکن پھر بھی اُنکی آواز وہاں تک نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ اور جب تک وہ وہاں پہنچے تب تک اُن لوگوں نے حضرت یمان کو شہید کر دیا تھا۔ اُنہوں نے اپنے والد کا جسد خاکی دیکھا اور پھر اُن دونوں مسلمانوں کو اور بولے

''تم لوگوں نے میرے والد کو شہید کر دیا''

''واللہ۔۔۔۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ مسلمان ہیں'' اُن دونوں صحابہ نے سخت افسوس سے کہا۔

''اللہ تم دونوں کی مغفرت فرمائے اور تم دونوں پر اپنا رحم قائم رکھے'' یہ تھے حضرت حذیفہؓ کے مزاج۔۔۔ والد شہید کر دیئے گئے اُسکے باوجود بھی آپ نے کوئی جذباتی الفاظ نہ کہے بلکہ اُن لوگوں کی مغفرت کی دعا فرمائی۔۔۔

جب اُحد سے واپسی مدینے آ کر حضور ﷺ کو اس واقعے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے اُنہیں اپنے پاس بلوایا اور کہا۔

''اے حذیفہ! جن مسلمانوں کے ہاتھوں آپکے والد غلط فہمی کی بنا پر شہید کر دیئے گئے ہیں، اُن کی جانب سے میں آپکو دیت دینا چاہتا ہوں''

حضرت حذیفہؓ نے بہت ادب سے سر جھکایا اور یوں گویا ہوئے

’’اے اللہ کے رسول ﷺ! میں یہ گوارہ نہیں کرتا کہ اپنے مسلمان بھائیوں سے دیت لوں۔ بلکہ میں چاہتا ہوں کہ آپ وہی مال کمزور، نادر اور زخمی مسلمانوں میں صدقہ ء کر دیں۔"

حضرت حذیفہ ؓ کا یہ جواب سن کر حضور اقدس ﷺ کا رخ انور خوشی سے جگمگا اٹھا۔ اُس دن کے بعد سے آپ ؓ کی عزت اور مرتبہ حضور ﷺ کی نظروں میں پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا۔

--------+----------+---------

وہ ایک ٹھٹھرتی ہوئے سرد رات تھی۔ مسلمان مدینے کے گرد کھودی گئی خندق کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ خندق کے اُس پار، مسلمانوں سے ایک مرتبہ پھر محاذ آرائی کے لیے آئے ہوئے مشرکین مکّہ کے خیمے نصب تھے۔ جس طرح صحرا کی گرمی جسم جلانے والی ہوتی ہے اُسی طرح صحرا کی سردی بھی خون جما دینے والی ہوتی ہے۔

یہاں ایک بات بتانا ناگزیر ہے کہ اس جنگ میں مدینے میں رہنے والے یہود نے اس وعدے کہ باوجود کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کسی کا ساتھ نہیں دینگے، غدّاری کی اور مشرکین کا ساتھ دینے کو تیار ہو گئے۔ دوسری جانب مسلمانوں کے لیے یہ مرحلہ پریشان کن تھا کیوں کہ وہ اپنی عورتوں اور بچوں کو شہر میں چھوڑ کر آئے تھے۔ اگر خندق کو چھوڑ کر واپس جاتے تو مشرکین

مدینے میں گھس آتے۔ اگر واپس نہ جاتے تو پیچھے سے یہودی اُنکی عورتوں اور بچوں کو نقصان پہنچا سکتے تھے۔ ایسے میں حضور ﷺ نے نہایت مہارت سے جنگی تدبیر کے ذریعے، یہودیوں اور مشرکین کے درمیان غلط فہمی پیدا کردی۔ جس سے یہود تو مشرکین کی مدد کرنے سے پیچھے ہٹ گئے، لیکن مشرکین پیچھے ہٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں یا نہیں یہ معلوم کرنا ابھی باقی تھا۔

اُس رات سخت سردی کے ساتھ ساتھ شدید آندھی بھی آئی ہوئی تھی۔ ایسی جان لیوا ٹھنڈ میں جب کوئی ذی روح آگ کے آگے سے ہٹنا نہیں چاہتی، تب حضرت محمد ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے کہا کہ

"کون ہے جو مجھے دشمن کی خبر لا کر دے، اور جنت میں اللہ اسکو میرے ساتھ کر دے"

مسلمان بھوک اور شدید سردی کی وجہ سے جواب نہ دے پائیں۔ غزوۂ خندق ۲۵ سے ۳۰ دن اور بعض روایتوں میں ایک ماہ سے اوپر تک جاری رہی۔ ایسے میں خوراک کی شدید قلت برپا ہو گئی تھی۔ فاقوں کا یہ عالم تھا کہ مسلمان پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کھودتے تھے۔

"کون ہے جو مجھے دشمن کی خبر لا کر دے، اور جنت میں اللہ اسکو میرے ساتھ کر دے"

حضرت محمد ﷺ نے دوبارہ پوچھا۔ اب کی بار

بھی کسی کو جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی۔ پھر آپ ﷺ نے تیسری بار بھی یہی سوال کیا۔

جب تیسری بار بھی سب خاموش رہے تو حضور ﷺ نے فرمایا

’’حذیفہ تم کھڑے ہو جاؤ اور ہمیں دشمن کی خبر لا کر دو'' جیسے ہی حضرت حذیفہؓ نے اپنا نام سنا تو پھر کچھ نہ دیکھا اور کھڑے ہو گئے۔

’’جاؤ اور دشمن کی خبر لاؤ اور دیکھو انکو مجھ پر حاوی نہ ہونے دینا'' یعنی میرا راز فاش نہ ہونے دینا۔

حضرت محمد ﷺ کا حکم سر آنکھوں پر۔۔۔۔

حضرت حذیفہ کھڑے ہوئے اور جیسے ہی جانے کے لیے مڑے، اُنہیں سخت سردی کے باوجود ایسا لگا جیسے وہ کسی گرم حمام میں آ گئے ہیں۔ اُن پر سردی کا کچھ اثر نہ ہوا اور وہ دشمنوں کے پاس جا پہنچے۔ جیسے ہی وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ابو سفیان (ابّو سفیان فتح مکہ کے وقت مسلمان ہو گئے تھے اور صحابی ہوئے تھے۔ لہٰذا انکا ذکر ادب اور احترام سے ہی کیا جائیگا) کھڑے آگ سینک رہے ہیں۔ حضرت حذیفہؓ نے فوراََ ہی کمان اور تیر نکالی کے اُنہیں وہیں مار دیں لیکن اُسی لمحے حضور ﷺ کی بات یاد آئی کہ ''انکو مجھ پر حاوی نہ ہونے دینا'' تو فوراََ ہی اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ اور خاموشی سے ابو سفیانؓ کے لشکر میں جا بیٹھے۔ ابّو سفیان اُس وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھے

''میں آپ سب سے ایک اہم مسئلے پر مشاورت چاہتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے اپنے آس پاس دیکھ لیں کہ کہیں کوئی دشمن کا جاسوس موجود نہ ہو" انکے اس اعلان کہ بعد تمام لوگوں نے اپنے آس پاس کے لوگوں سے انکا حسب نصب معلوم کرنا شروع کر دیا۔ لیکن حضرت حذیفہؓ ان حالات میں ہر گز نہ گھبرائے بلکہ اپنے اعصاب پر بھر پور قابو رکھتے ہوئے اپنے ہی برابر بیٹھے شخص کا ہاتھ پکڑا اور اُس سے سختی سے پوچھا

''کیا نام ہے تمہارا؟ کونسے قبیلے سے ہو؟ تمہارے گھر والوں میں سے کتنے لوگ مسلمانوں کی طرف ہیں" انکے اس اقدام سے ساتھ بیٹھا شخص گھبرا گیا اور الٹا اپنی ہی صفائیاں دینے لگا۔ اس طرح آپؓ کو کوئی نہ پہچان سکا۔ جب ابو سفیان کو اچھی طرح تسلی ہو گئی کہ مسلمانوں کا کوئی بھی جاسوس یہاں موجود نہیں تو وہ بولے

''اے قوم قریش! ہم اب ایسی جگہ ہیں جہاں رکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بنو قریظہ (یہود) نے ہم سے منہ پھیر لیا ہے۔ ہمارے ہتھیار اور سواریاں تباہ ہو رہی ہے اور اوپر سے تیز ہوا کا یہ طوفان۔ خدا کی قسم اس طوفان نے ہمارے قدم اُکھاڑ دیئے ہیں۔ کوئی چولہا نہیں جل پاتا، نہ کوئی ہانڈی آگ پر ٹک پاتی ہے اور اس نے تو ہمارے خیمے تک اُکھاڑ کر پھینک دیئے ہیں۔

ہمیں اب صبح ہونے سے پہلے ہی واپس چلے جانا چاہیے۔اور کوئی جائے نہ جائے، میں تو جا رہا ہوں" یہ کہہ کر ابّو سفیان وہاں سے چلے گئے۔ انکے پیچھے باقی لوگ بھی اٹھ اُٹھ کے جانے لگے۔ حضرت حذیفہؓ بھی سب سے آنکھیں بچا کر واپس ہوئے۔راستے میں اُنہیں پھر ایسا لگا جیسے وہ گرم حمام میں چل رہے ہوں۔واپس آکر اُنہوں نے حضور ﷺ کو ساری روداد کہہ سنائی۔جب آپؓ نے سب کچھ کہہ سنایا تو آپکو اچانک ہی شدید ٹھنڈ کا احساس ہوا یہاں تک کہ آپؓ کانپنے لگے۔ حضور ﷺ نے اپنا مبارک عبا آپکے اوپر ڈال دیا۔آپؓ اتنا تھک گئے تھے کہ اپنے خیمے میں جا کر بے خبر سوتے رہے یہاں تک کہ اللہ کے نبی ﷺ نے آپکو آکر اٹھایا اور کہا کہ

''نیند کے رسیا۔۔۔اب اٹھ جاؤ"

------+--------+--------

حضرت حذیفہؓ کی صلاحیت صرف ان ہی غزوات تک محدود نہیں ہیں۔بلکہ غزوۃ تبوک سے واپسی پر جب مسلمان لشکر فتحیاب ہو کر مدینے کے لیے لوٹ رہا تھا۔تب راستے میں حضور ﷺ ایک ایسی گھاٹی سے گزرے، جہاں سے صرف ایک ہی اونٹ گزر سکتا تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ کے ساتھ صرف دو ہی صحابہ تھے۔ایک حضرت عمار ابن یاسرؓ جو اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے۔اور دوسرے حضرت

حذیفہ ابنِ یمانؓ جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اونٹنی کو ہانکتے ہوئے لے جا رہے تھے۔

باقی مسلمانوں کا قافلہ وادی کے نشیب سے گزر رہا تھا جسکی وجہ سے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپکے دونوں اصحاب قافلے سے دور رہ گئے۔ ابھی آپ لوگ گھاٹی سے گزر ہی رہے تھے کہ سامنے سے کچھ ڈھاٹا بردار لوگوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا راستہ روک لیا۔ یہ تعداد میں بارہ تھے۔

''یہ منافقین ہیں۔ عمار آپ میری حفاظت کیجئے اور حذیفہ آپ انکو روکیے" اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حکم دیا تو حضرت حذیفہؓ آگے بڑھے اور اپنی ایک ڈھال سے اُن ڈھاٹا

بندھے منافقین کے چہروں پر ضرب لگانی شروع کر دی۔ اس حملے سے وہ گھبرا گئے اور الٹے قدموں بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ منافقین مدینے سے غزوۂ تبوک میں ساتھ شریک ہوئے تھے۔ یہ دل سے ایمان نہیں لائے تھے بس اوپر سے اپنے آپکو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ انہوں نے جیسے ہی دیکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے قافلے والوں سے الگ ہیں تو سوچا کہ اپنی شناخت چھپا کر اس موقعے کا فائدہ اٹھا کر معاذ اللہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو شہید کر دیا جائے۔ لیکن اُنہیں معلوم نہ تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ کیسے جان نثار اصحاب موجود ہیں۔

''یارسول اللہ ﷺ! یہ کون ملعون تھے ؟"

حضرت حذیفہؓ نے پوچھا۔

''یہ منافقین ہیں، یہ مدینے سے ہمارے ساتھ ہی آئے ہیں اور اب یقیناً واپس قافلے سے جا ملے ہونگے۔" حضور ﷺ نے کہا اور پھر آپکو اپنے قریب بلایا اور بے حد رازداری سے آپؓ کو اُن بارہ منافقین کے نام بتادیے اور ساتھ ہی تلقین کی کہ یہ راز ہے اور وہ یہ نام کبھی بھی کسی کو نہیں بتائیں گے۔ پھر حذیفہؓ نے تاعمر اس راز کو اپنے سینے میں رکھا۔ اس واقعے کے بعد آپؓ کا لقب "صاحبُ سرّ ِالنبی ﷺ "یعنی نبی ﷺ کا رازدان مشہور ہو گیا۔ اب ہر کوئی آپکو رازدان کہہ کر پکارتا اور آپؓ نے بھی اس راز کی ہمیشہ حفاظت کی۔

حضرت حذیفہؓ نے اسلامی تاریخ میں قابلِ ذکر کارنامے انجام دیئے ہیں۔ آپ کا انتقال حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے چالیس روز بعد ہوا تھا۔ انتقال سے کچھ عرصہ پہلے آپ بہت رویا کرتے تھے۔ جب آپؓ سے لوگ رونے کا سبب دریافت کرتے تو آپؓ کہتے کہ "میں اِس وجہ سے نہیں روتا کہ دنیا چھوڑنے کا وقت آگیا ہے، بلکہ مجھے تو اس بات کی فکر ہے کہ نہ جانے وہاں کیا معاملات پیش آئے ؟"۔ آپؓ کو اپنے مسلمان بھائیوں سے بے انتہا محبت تھی، حال تو یہ تھا کہ جن مسلمانوں سے غلط فہمی کی بناپر

آپکے والد کا قاتل ہو گیا تھا آپ ساری عمر اللہ

سے انکے لیے مغفرت طلب کرتے رہے۔

--------+----------+--------

۱۳۰۰ سال بعد

سن ۱۹۲۹

شاہ عراق جناب شاہ فیصل دوم اس وقت اپنے

کمرے میں محو خواب تھے کہ اچانک ہی وہ دیکھتے

ہیں کہ ایک بارلش اور پُر نور چہرے والے

بزرگ انکے پاس بیٹھے ہیں اور اُن سے کہتے ہیں

کہ

"میں سرکار دو عالم ﷺ کا ساتھی حذیفہ ابنِ

یمانؓ ہوں۔ آپ کے لیے میرے پاس ایک کام

ہے۔ دریاد جلہ کے کنارے موجود میری قبر

میں پانی داخل ہو چکا ہے اور میرے دوسرے

ساتھی جابر ابنِ عبداللہؓ جنکی قبر میرے برابر

میں ہے اُس میں سمندر کی نمی داخل ہو چکی ہے۔

آپ براہ کرم جلد از جلد ہم دونوں کی قبروں کو

دریا سے دور کر دیجئے" اُسی لمحے شاہ عراق کی

آنکھ کھلی اور وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھے۔

"یا اللہ! یہ کیسا خواب تھا؟" اُنہوں نے پریشانی

سے سوچا۔ پھر اگلے دن وہ مصروفیات کی بنا پر

خواب کا ذکر کسی سے نہ کر سکے۔

اگلی رات اُنہوں نے پھر وہی خواب دیکھا اور اس

بار بھی وہ پریشانی سے اُٹھ بیٹھے۔ لیکن

اب کی بار بھی آپ سلطنت کے امور میں مصروف یہ بات بھول گئے۔

تیسری رات عراق کے مفتی اعظم نے خواب میں حضرت حذیفہؓ کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے کہ

''میری اور میرے ساتھی جناب جابر ابنِ عبداللہؓ کی قبروں کو دریاد جلہ کے کنارے سے فوری طور پر منتقل کیا جائے۔ میری قبر میں پانی اور میرے ساتھی کی قبر میں نمی آچکی ہے۔ یہ بات میں نے دو مرتبہ بادشاہ عراق کو بھی کہی ہے لیکن وہ مصروفیات کی بناپر بھول گئے ہیں۔ اب مفتی اعظم ہونے کے ناطے آپکا فرض ہے کہ آپ اُنکی توجہ فوری طور پر اس جانب مبذول کروایئے'' مفتی صاحب نیند سے گھبرا کر اُٹھ بیٹھے تھے۔

''یا اللہ! یہ تو کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ مجھے فوراً شاہ عراق کو اطلاع کرنی ہو گی'' مفتی صاحب نے رات کا وقت بھی نہ دیکھا اور فوراً محل پہنچے۔

''مفتی صاحب آپ اتنی رات گئے؟ سب خیریت ہے؟'' شاہ عراق اُنہیں دیکھ کر حیران ہوئے

''حضرت حذیفہ ابنِ یمانؓ نے آپکو ایک کام کہا تھا لیکن آپ نے وہ اب تک نہ کیا؟'' شاہ عراق یہ بات سن کر حیرت کی زیادتی سے گنگ رہ گئے۔

’’آپ۔۔۔آپکو کیسے معلوم؟"

’’وہ میرے خواب میں آئے تھے اور اُنہوں نے ہی مجھے یہ فرئضہ سونپا ہے کہ میں آپکو جلد سے جلد قبروں کی منتقلی کا کام کرنے کو کہوں؟"

اُنکی بات سن کر شاہ عراق کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

’’آپ بلکل بجا فرما رہے ہیں۔ میں نے دو مرتبہ یہ خواب دیکھا دونوں ہی بار میں کچھ مصروفیات کی بنا پر بھول گیا تھا۔"

’’ہمیں جلد از جلد قبروں کو منتقل کرنا ہوا شاہ"

’’ہاں لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ یہ پوری امت مسلمہ کا معاملہ ہے۔ میں اپنی مرضی سے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔" شاہ عراق نے پریشانی سے کہا

’’کل آپ مشاورت کے لیے تمام مفتیان کرام کو جمع کر لیں۔ انکے سامنے یہ معاملہ رکھیں" مفتی صاحب کا مشورہ شاہ عراق کو ٹھیک لگا۔

اگلے دن مشاورت میں تمام علماء اس بات پر متفق ہوئے کہ قبروں کی قبر کشائی کی جائے اور دیکھا جائے کہ واقعی قبروں میں پانی آ چکا ہے کہ نہیں۔ اگر ایسا نہ ہوا ہو تو قبروں کو واپس بند کر دیا جائے گا۔ اور اگر بات ٹھیک نکلی تو اُنکی قبروں کو حضرت سلمان فارسیؓ کے مزار کے احاطے میں منتقل کر دیا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے مفتی اعظم عراق نے شاہ عراق کو فتویٰ لکھ

کر دے دیا جسکی کاپی اگلے دن دنیا بھر کے اخبارات میں شائع کی گئی۔ اس فتویٰ میں مختصراً سارا معاملہ تحریر کر دیا گیا تھا۔ اب ہر اخبار اور ہر ریڈیو اسٹیشن سے یہی خبر نشر ہو رہی تھی کہ ۱۰ ذلحج کو بڑا واقع رونما ہونے جا رہا ہے۔ دوسری طرف یہ مسلہ کھڑا ہو گیا کہ عراق کے حاجیوں نے حکومت سے پُرزور اپیل کی کہ ۱۰ ذلحج کو وہ حج پر ہونگے، لہذا یہ معاملہ دس دن آگے بڑھا دیا جائے تاکہ اس تاریخی منظر کو وہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے۔ اُنکی دیکھا دیکھی باقی ملکوں سے بھی یہ درخواستیں آنے لگی کہ معاملہ آگے کیا جائے تاکہ تمام مسلمان شامل ہو سکے۔ شاہ عراق جانتے تھے کہ اس منظر کو دیکھنے کا حق پوری امت مسلمہ کا ہے اور وہ اُنہیں انکار نہیں کر سکتے جبکہ دوسری جانب خواب میں اُنہیں یہ کام جلد از جلد کرنے کی تاکید کی گئی تھی۔ ان تمام مسئلے کا حل شاہ عراق نے اسطرح نکلا کہ دونوں قبروں کے ارد گرد کھدائی کروا کہ سیسہ پلائی دیوار ڈلوادی تاکہ عارضی طور پر قبروں کو مزید پانی جانے سے روکا جاسکے۔ اور قبر کشائی کا معاملہ دس دن آگے کرنے کے بعد ۲۰ ذلحج تک کے لیے موخر کر دیا گیا۔

۲۰ تاریخ تک عراق میں زائرین کا تانتا بندھ گیا۔ دوسری جانب شاہ عراق نے ملک کو ان دس دنوں کے لیے ویزا فری کر دیا تھا۔ ۲۰ ذلحج سے پہلے تک حاجیوں کا بحری جہاز بھی عراق

پہنچ گیا۔ علاوہ ازیں دوسرے ممالک کے وزرا اور شہنشاہ بھی شریک ہونے کے لیے موجود تھے۔اسی طرح ایک غیر ملکی براڈ کاسٹنگ کمپنی نے تمام منظر لائیو دکھانے کی ذمے داری اپنے سر لی۔ اس مقصد کے لیے وہاں ایک سکرین بھی نصب کی گئی تاکہ وہاں موجود تمام لوگ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ سکے۔ پھر ۲۰ ذلحج کا دن آیا تو اس دین یکے بعد دیگرے کئی معجزے ہوئے۔ جسے دیکھ کر جہاں مسلمانوں کا ایمان تازہ ہوا وہیں کتنے ہی غیر مسلم ایمان بھی لے آئے۔

جب سب سے پہلے قبر کشائی کی گئی تو حضرت حذیفہ ابنِ یمانؓ کی قبر میں واقعی پانی آ چکا تھا اور حضرت جابر ابنِ عبداللہؓ کی قبر میں نمی داخل ہو چکی تھی۔ یہ تو تھا پہلا معجزہ کہ اس دنیا سے رخصت ہوئے ایک انسان نے کئی سو سال بعد خواب میں آکر قبر کے بلکل صحیح صحیح حالات بیان کر دیئے۔ اُسکے بعد انکے جسد خاکی کو باہر لانے کے لیے بذریعہ کرین، سٹریچر کو قبروں کے اندر ڈالا گیا۔ جیسے ہی سٹریچر اندر گیا تو وہاں موجود ہر آنکھ نے دیکھا کہ کرین کو صحابہ کے جسد خاکی کو چھونا بھی نہ پڑا اور انکے جسم مبارک خود ہی اسٹریچر کے اوپر اس طرح آ گئے جیسے کسی نے انکو اٹھا کر اُس پر لٹایا ہو۔ یہ دوسرا معجزہ تھا جسے سب نے مشاہدہ کیا تھا۔ جب جسد خاکی باہر لایا گیا تو انکے لیے شیشے کے

تابوت پہلے ہی تیار تھے جس میں اُنہیں رکھا گیا۔ وہاں کھڑا ہر شخص یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ تیرہ سو سال پہلے دفنائی گئی لاشیں اپنی اصل حالت میں اس طرح موجود تھی جیسے اُنہیں ابھی کچھ گھنٹہ قبل ہی دفنایا گیا ہو۔ مسلمانوں سے زیادہ یہ بات غیر مسلموں کے لیے حیران کن تھی کیونکہ اُنہوں نے کبھی ایسا کوئی منظر اپنے یہاں مشاہدہ نہیں کیا تھا۔ جسم تو کچھ سالوں میں ہی زمین ختم کردیتی ہیں اور اتنے سالوں بعد تو ہڈیاں بھی نہیں بچتی لیکن یہاں تو انکے جسم مبارک کا ایک ایک ریشہ سلامت تھا۔

مسلمانوں کے بے حد اصرار پر دونوں اصحاب رسول ﷺ کے چہرے مبارک پر سے چادریں ہٹائی گئی تو لوگوں کو لگا کہ وہ اس منظر کی تاب نہ لاسکے گے۔ کیوں کہ انکی داڑھی کے ایک ایک ریشے تر و تازہ تھے یہاں تک کہ اُن سے پانی کا قطرہ بھی ٹپک رہا تھا۔ چوتھا معجزہ جو وہاں ہوا وہ یہ تھا کہ دونوں اصحاب رسول ﷺ کی آنکھیں پوری کی پوری کھلی ہوئی تھی۔ اور آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے وہ کسی زندہ کی آنکھیں ہوں۔ ڈاکٹر ٹھاکر داس جو کہ جرمنی کے ایک بہت بڑے آنکھوں کے سرجن تھے اور جب انہوں نے سنا کہ ایک دنیا سے گئے شخص نے خواب میں آکر قبروں کی منتقلی کا حکم دیا ہے تو وہ خصوصی طور پر یہ منظر دیکھنے آئے تھے، اُنہوں نے جب حضرت

حذیفہ ابنِ یمانؓ کی آنکھوں میں دیکھنا چاہا تو وہ چند سیکنڈ سے زیادہ نہ دیکھ سکے۔ اور یہی حالت کم و بیش ہر اُس شخص کی تھی جس نے ان دونوں اصحاب رسول کی آنکھوں میں دیکھنا چاہا تھا۔ کوئی بھی اُن نظروں کی تاب نہ لا پا رہا تھا۔

بھلا جن آنکھوں نے میرے رسول ﷺ کا دن و رات دیدار کیا ہو، اُن خوش نصیب آنکھوں میں بھی کوئی دیکھ سکتا ہے؟۔۔ جن کاندھوں پر میرے نبی ﷺ نے اپنی چادر مبارک ڈالی تھی اور جو میرے نبی ﷺ کے قدموں سے قدم ملا کر ہر جنگ میں کھڑے رہے بھلا اُن جسموں کو نقصان پہنچنے کی جسارت زمین کر بھی سکتی ہے؟ زمین نے تو اللہ کے ان دوستوں کی حفاظت کی اور اللہ نے اپنے محبوب سے عشق کرنے والوں کو کیسا مقام عطا کیا کہ وہ اس دنیا سے جانے کے بعد بھی اپنی قبروں کی منتقلی کا حکم دے سکتے تھے۔

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جو اللہ زمین کو یہ حکم دے سکتا ہے کہ میرے ان دو بندوں کے جسد کو نقصان نہ پہنچایا جائے، وہ اللہ تو دریا دجلہ کو بھی حکم دے سکتا تھا کہ میرے بندوں کی قبروں سے دُور رہو۔ لیکن اللہ نے اس کام کے لیے ایک انسان کو چنا۔ اور اس میں اللہ کی حکمت پوشیدہ تھی۔ پوری دنیا کو وہاں جمع کر کہ اپنا معجزہ دیکھانا تھا جسکی وجہ سے کتنے ہی کافر مسلمان ہوئے۔ اُن میں سے ایک ڈاکٹر ٹھاکر

داس بھی تھے۔ یہ منظر دیکھنے کے بعد وہ مفتی اعظم کے پاس آئے اور بولے

''میں ایک بہت بڑا آئی سرجن ہوں، سینکڑوں ہی سرجری کی ہیں میں نے، کتنے ہی مردوں کو دیکھا ہے اور کتنی ہی آنکھوں پر ریسرچ کی ہیں۔ لیکن ایسا آج تک نہیں دیکھا۔ اگر اللہ نے انکی حفاظت صرف اس لیے کی ہے کہ یہ اُسکی عبادت کرتے تھے اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی تھے تو پھر وہی اللہ سچا ہے اور اسی کے نبی پر میں بھی ایمان لانا چاہتا ہوں۔ مجھے بتایئے میں کیسے مسلمان ہو سکتا ہوں؟" یہ کہتے ہوئے ڈاکٹر ٹھاکر داس رونے لگے۔ پھر مفتی اعظم نے انکو کلمہ پڑھوایا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ انکا نام بعد ازاں ڈاکٹر طارق کر دیا گیا۔

صرف یہی نہیں بلکہ ان جیسے اور کتنے ہی لوگ ہونگے جو اُس موقعے پر ایمان لائیں ہونگے۔ جو لوگ وہاں موجود تھے اُن میں چند حضرات کے الفاظ دونوں اصحاب کرام کے لیے درج ذیل ہیں

''وہ زندوں سے زیادہ زندہ تھے"

''ایسا لگتا تھا جیسے اُنہیں چند گھنٹہ قبل ہی دفنایا گیا ہو"

''اُنکی آنکھوں میں زندہ لوگوں جیسی چمک تھی"

''اُنکی آنکھیں زندہ لوگوں سے زیادہ روشن اور کھلی ہوئی تھیں"

اسکے بعد حضرت حذیفہؓ و حضرت جابرؓ کے جسد خاکی کو کاندھوں پر حضرت سلمان فارسیؓ کے مزار کے احاطے تک لے جایا گیا۔ کندھے دینے والوں کی تعداد کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ دریا دجلہ سے سلمان فارسیؓ کے مزار کا فاصلہ فقد ۲۰ منٹ ہے لیکن دونوں اصحاب کے جسد خاکی کو وہاں تک پہنچانے میں چار گھنٹے لگے۔ مزار میں انکے لیے پہلے سے قبریں کھودوا دی گئی تھیں۔ پھر اُن دونوں اصحاب کو وہاں سپرد خاک کر دیا گیا۔ جہاں آج تک دونوں آرام فرمارہے ہیں۔

ماخوذ

رحیق المختوم (مولانا صفی الرحمن مبارک پوری)

سیرۃ النبی (ابنِ ہشام)

بیان ال قرآن تفسیر سورۃ التوبہ (مرحوم ڈاکٹر اسرار)

حضرت حذیفہ ابنِ یمان (ڈاکٹر مولانا عمران اشرف عثمانی بیت العلوم)

تحریر: ژیلہ ظفر